رپورٹ: شیرل بنارڈ "CIVIL DEMOCRATIC ISLAM" (تیسری قسط)

ترجمہ: سید خورشید عالم

''اچھے مسلمانوں کی تلاش!'

بنیاد پرست اور روایت پسند عناصر عام طور پر سیکولر مغربی اقدار کو اپنے زیادہ تر سماجی مسائل کی جڑ قرار دیتے ہیں ان کا موقف ہے کہ اسلامی نظام اخلاقیات، مضبوط خاندانی نظام اور کم شرح جرائم کی ضمانت دیتا ہے۔ اس ضمن میں ایران کی مثال بھی پیش کی جاتی ہے۔ ایران میں کئی دہائیوں کی سخت اسلامی حکومت سے وہاں بھی اتنے ہی مسائل پیدا ہو چکے ہیں جتنے کسی ''زوال پذیر'' مغربی ملک میں مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ ایران میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد میں شدت سے اضافہ ہوا ہے۔ فحبہ گری ایک بڑا مسئلہ ہے بلکہ اب تو وہاں کی حکومت بڑی سنجیدگی سے سرکاری سرپرستی میں فحبہ خانہ کھولنے پر غور کر رہی ہے جس کی نگرانی ملا کریں گے اور جس سے اس صورت حال کی سنگینی پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔

واضح رہے کہ شیعوں میں عارضی شادیوں کی اجازت ہے۔ تاہم اس منصوبے کی وجہ سے وہاں خاصا تنازع کھڑا ہو گیا ہے۔ ایران میں تیرہ سے انیس سال کے نوجوان (''ٹین ایجرز'') گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔ وہ شراب نوشی کرنے لگے ہیں۔ وہاں جرائم کی شرح بڑھ رہی ہے۔ شرعی قوانین کے نفاذ کے باوجود ان خرابیوں کو روکا نہیں جا سکا۔ ایران کی مذکورہ مثال سے واضح ہوتا ہے کہ محض یہ دعویٰ کہ ''مغربی جمہوریت کی آزادی مسائل کا سبب ہے۔ اس لیے سخت اسلامی قانون مسائل کا حل ہے'' غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ ایران میں اسلامی طرز حکومت کی ناکامی کی بڑے پیمانے پر تشہیر ہونی چاہیے۔ خود اسلامی ممالک کے عوام کو بھی ان حقائق کا علم نہیں ہو سکا۔ وہ ابھی تک یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ شرعی قانون کا نفاذ جرائم کے ارتکاب کو روکتا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ سخت اسلام اور اسلامی قوانین کا نفاذ معاشرے کے مسائل کو حل کر دے گا۔

بنیاد پرست

ہم یہ بات جانتے ہیں کہ انتہا پسند بنیاد پرست، مغربی جمہوریت اور مغربی اقدار کے حوالے سے منفی رویہ رکھتے ہیں۔ وہ خاص طور پر امریکا کے خلاف معاندانہ جذبات رکھتے ہیں۔ ان کے نظریات اور مقاصد ہم سے کسی بھی طور پر ہم آہنگ نہیں۔

ماضی میں ہمارے چند ماہرین نے یہ محسوس کیا تھا کہ اس بات کا امکان ہے کہ ان انتہا پسندوں کے ساتھ مل کر کام کیا جا سکتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اس طرح بنیاد پرستوں کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بعض حلقوں کی یہ رائے بھی تھی کہ اس موقع پر عمومی معیارات کو تھوڑے عرصے کے لیے معطل کر دیا جائے اور کم از کم بنیاد پر ان سے مفاہمت کی کوشش کی جائے کیوں کہ افغانستان میں ان کا تسلط ہے۔ یا پھر ان کی طرف سے آنکھیں موند لی جائیں۔

۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد صورت حال تبدیل ہو چکی ہے اب ایسے اقدام کو سنجیدہ طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں یہ بات بھی اب سمجھ لینی چاہیے کہ دور دراز علاقوں کو نظر انداز کر دینے سے یہ علاقے ہمارے دشمنوں کے اہم ٹھکانے بن چکے ہیں۔ اب ان انتہا پسند بنیاد پرستوں سے کسی بھی طور پر ہم آہنگی یا میل ملاپ ممکن ہی نہیں۔ البتہ ایران کے ضمن میں دوبارہ گفت و شنید کے ذریعے سیاسی تعلقات کی بحالی ممکن ہے۔

سعودی عرب کے ہمارے (امریکا کے) تعلقات کی بنیاد جیو پولیٹیکل (جغرافیائی و سیاسی) فوجی امور (ٹیکنیکل) اور اقتصادی امور پر ہے۔ تاہم وہاں حکمران طبقے کا طرز زندگی اور نظریے کی توثیق اس بات میں شامل نہیں ہے اس قسم کے فوجی تعلقات کے اپنے خطرات ہوتے ہیں یہ ہماری ساکھ کمزور کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر امریکا، افغانستان میں طالبان اور القاعدہ پر حملے کے لیے پر تول رہا تھا تاکہ وہاں سے جارح حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے رائے عامہ کی حمایت کے حصول کے اقدامات بھی جاری تھے۔ طالبان کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا جائزہ بھی لیا جا رہا تھا۔ تب ایسے میں امریکا پر یہ تنقید بھی ہونے لگی کہ امریکا سعودی عرب جیسے ''دوستوں'' کو پہچاننے میں غلطی کر رہا ہے۔

متعدد مصنفین کی رائے ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی کے سبب امریکا اور مغرب کے لیے بنیاد پرست عام طور جمہوریت کو اسی لیے کلی طور پر رد کر دیتے ہیں۔ الجزائر کی اسلامک سالویشن فرنٹ (FIS) کے ترجمان علی بن حاج کا یہ بیان پیش نظر رہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ: ''جمہوریت کی گردن توڑ ڈالو''

حزب التحریر بھی اس بات کو بیان کر چکی ہے کہ ''جمہوریہ کا انتظام جمہوری نظام پر مبنی ہوتا ہے جو درحقیقت ایک کفریہ نظام ہے۔''

اسی طرح حزب التحریر نے نیشنل ازم (قوم پرستی)، سوشلزم (اشتراکیت)، جمہوریت، اجتماعیت (پلورل ازم) انسانی حقوق، آزادی اور فری مارکیٹ پالیسیوں کو بھی ''خطرناک نظریات'' قرار دیا ہے۔ حزب التحریر کا موقف ہے کہ ان تمام اقدامات کا مقصد ''اسلام کا خاتمہ'' ہے۔ اسی لیے وہ دہشت گردی کو ''عبادت کا ایک طریقہ'' قرار دیتے ہیں۔ آپ کسی بھی اسلامی ویب سائٹ کو ملاحظہ کریں تو آپ کو وہاں زبردست چیلنج نظر آئے گا۔ مذکورہ ویب سائٹس اپنی بہترین انگریزی کے باعث جدید (ماڈرن) ہونے کا تاثر پیش کرتی ہیں۔ جب کہ یہ انتہائی جمہوریت مخالف ہوتی ہے۔

امریکا کا خیال تھا کہ ''عرب سڑکوں'' پر اس بات کے لیے خوشی منائی جائے گی کہ امریکا نے بطور مذہب اسلام کو احترام دینا شروع کر دیا ہے۔ یورپی بھی اس حوالے سے یورپی مسلمانوں اور مسلم دنیا میں مسلمانوں کی طرف جھکاؤ پیدا کرنے لگے۔

جدت پسند:

جدت پسندوں کا نقطہ نظر ہمارے انداز فکر سے پوری طرح میل کھا تا ہے۔ جدید جمہوری معاشرے کے حوالے سے اس گروپ کو خصوصیت حاصل ہے۔ روایت پسندی کے بجائے جدیدیت مغرب کے لیے موزوں ہے۔ بعض اعتبار سے دیکھا جائے تو توریت اور قرآن میں قواعد اور اقدار کے حوالے سے زیادہ فرق نہیں۔ اس لیے ہمیں یہودیت اور عیسائیت کے اصل پیغام کو سامنے لانا ہوگا۔ اسی اپروچ کو سامنے رکھ کر اسلامی جدت پسندی کی تجویز دی جاتی رہی ہے۔

اس بات کے واضح شواہد ہیں کہ اسلام میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔ غلامی اس کی ایک واضح مثال ہے جس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ بعض اسلامی معیارات یا نمونے اب موجود نہیں ہیں۔ اسلام نے غلاموں کو رکھنے کی آزادی دی ہے مگر آج انتہائی سخت روایت پسند بھی غلامی کا دفاع نہیں کرتے۔ اسی طرح انتہا پسند بنیاد پرست بھی اس روایت غلامی کا دفاع میں کچھ نہیں کہتے۔ جب کہ یہی انتہا پسند جہاد کی جو تشریح بیان کرتے ہیں وہ دہشت گردی سے جا ملتا ہے۔ اسلام میں اب غلامی ختم ہو چکی ہے اور یہ ایک اچھی بات ہے۔ اس مسئلے کو حدیث کی بنیاد پر کبھی پرکھا ہی نہیں گیا۔ ایک غیر بیانیہ اتفاق رائے سے اسے ختم کر دیا گیا۔

غلامی کے خاتمے کے تناظر میں یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح محفوظ نہیں رہا۔

خاص طور پر بدلتے ہوئے تہذیبی اقدار کے حوالے سے دیگر مذاہب کی طرح اسلام کو محفوظ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جدید اسلام میں ایسے بہت سے اہم رہنما اور آوازیں ہیں جو اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم اور اقدار سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ ان میں سے بعض شخصیات اپنے مقامی حلقوں میں نہایت ممتاز حیثیت کی بھی حامل ہیں۔ اس کے علاوہ وہ علمی حلقوں میں بھی نہایت معزز سمجھے جاتے ہیں۔ اس حلقے میں بعض جدت پسند روایت بھی شامل ہیں۔ اس اعتبار سے جدت پسندی ایک اہم کردار کے لیے نہایت موزوں ہے۔ ان میں بوسنیا کے مفتی اعظم مصطفیٰ سیرک خاص طور پر شامل ہیں

روایت پسند:

روایت پسند افراد میں چند ایسی خصوصیات ہیں جن کی بنا پر یہ اہم پارٹنر بن سکتے ہیں۔

☆ یہ عناصر بنیاد پرستوں کا مضبوط متبادل ہوسکتے ہیں کیونکہ مسلم آبادی کے بڑے طبقے میں انہیں قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

☆ یہ عناصر معتدل ہوتے ہیں اور پرسکون طریقے سے اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

☆ یہ عناصر کھلے اذہان کے ہوتے ہیں اور آپس میں مذاکرات (ڈائیلاگ) کے عمل پر یقین رکھتے ہیں۔

☆ روایت پسند عناصر تشدد کی وکالت وحمایت نہیں کرتے۔ گو کہ ان میں سے کچھ افراد بنیاد پرستوں سے ہمدردی کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ یہ عناصر ایسے بنیاد پرستوں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور انہیں وسائل بھی مہیا کرتے ہیں۔

بنیاد پرستوں میں نوجوان بھی شامل ہوتے ہیں۔ جبکہ روایت پسندوں کا تعلق معاشرے کے نارمل افراد سے ہوتا ہے ان میں خاندان، ضعیف العمر افراد، خواتین، اسکول جانے والے بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ افراد منظم ہوتے ہیں ان کے مختلف ادارے کام کررہے ہوتے ہیں اور ان کے قائدین معاشرے کے چیدہ افراد میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ نظر آتے ہیں اور انہیں تلاش کرنا آسان ہوتا ہے ان کی کتب، تقاریر، عوامی اجتماعات، کانفرنسز اور مختلف تنظیموں میں شرکت پائی جاتی ہے۔

آرتھوڈوکس اسلام ایسے عناصر پر مشتمل ہوتا ہے جو جمہوریت کے حامی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مساوات پسند ہوتے ہیں۔ انہیں آسانی سے چھان پھٹک کر الگ کیا جاسکتا ہے۔ جمہوری اسلام کی پرورش کے لیے روایت پسند عناصر بنیادی ایجنٹ کا کردار ادا کرسکتے ہیں۔ مغرب بھی ان کی طرف جھکاؤ پر رضامند ہوگا۔ اس ضمن میں چند سنجیدہ مسائل بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔

روایت پسندوں اور بنیاد پرستوں میں فرق:

عام طور پر روایت پسندوں اور بنیاد پرستوں میں فرق کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ یہ مشکل دو مرحلوں پر پیش آتی ہے۔ روایت پسند اور بنیاد پرست عام طور پر مختلف ایشوز پر ایک جیسی رائے کے حامل ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں بہت باریک سی لائن ہوتی ہے جو انہیں ایک دوسرے سے الگ کرتی ہے۔ عام طور پر بنیاد پرست عناصر روایت پسندوں کا بنیادی ڈھانچہ (انفرااسٹرکچر) استعمال کرتے ہیں۔ یہ بنیادی ڈھانچے، مساجد، ایسوسی ایشنز، فلاحی سوسائٹیاں وغیرہ کی شکل میں ہوتے ہیں جو ان کے نظام کی معاونت کرتے ہیں اور انہیں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

شریعت کے نفاذ کے حوالے سے بھی راویت پسند عناصر بنیاد پرستوں سے قریب سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح مغرب اور امریکا کے بارے میں رویے کے اعتبار سے بھی دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ خواتین کے مقام و مرتبے کے تعین کے معاملے میں بھی یہ دونوں گروپ ایک دوسرے سے قریب ہیں۔ اسی طرح ایک آئیڈیل سیاسی نظام پر بھی دونوں کا اتفاق ہے۔ روایت پسند عناصر عام طور پر ۱۱ ستمبر کے واقعات کی مذمت کرتے ہیں۔ تاہم اس میں دہشت گردی کی اندھی مذمت شامل نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر مصر کی الازہر یونیورسٹی کے ڈائریکٹر شیخ طعطاوی جو ایک قدامت پرست روایت پسند ہیں انہوں نے اسرائیل میں بے گناہ شہریوں کی ہلاکت کی مذمت کی۔ مگر قطر میں ایک اصلاح پسند روایت پسند یوسف القرضاوی نے ان کے بیان کو چیلنج کیا۔ یوسف القرضاوی مختلف سماجی امور پر نسبتاً ترقی پسند موقف کے حامل سمجھے جاتے ہیں مگر وہ ''اسلامی'' خارجہ پالیسی کے حوالے سے بڑے جارح تصور ہوتے ہیں۔

یوسف القرضاوی ۱۹۲۶ء میں مصر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے جامعہ الازہر سے تعلیم حاصل کی۔ اخوان المسلمون سے قریبی تعلق کی بنا پر انہیں متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ ۱۹۶۲ء میں جامعہ الازہر کی طرف

سے قطر بھیجا گیا تا کہ وہ وہاں دینی تعلیم کا نظام وضع کر سکیں۔ وہاں وہ یونیورسٹی آف قطر کے شعبۂ قانون کے ڈین مقرر ہو گئے۔ ان کی متعدد تصانیف موجود ہیں۔ وہ موجودہ اسلامی عہد میں اپنی خدمات کی بنا پر ایک بااثر شخصیت سمجھے جاتے ہیں یوسف القرضاوی کا موقف ہے کہ:

''اسلامی تحریک کو مدد کے لیے اٹھنے والی ہر آواز پر لبیک کہنا چاہیے۔ تحریک اسلامی کو اریٹیریا میں مارکسسٹ عیسائی انتظامیہ کے خلاف جہاد کے لے اٹھ کھڑا ہونا چاہیے...... تحریک اسلامی کو سوڈان میں نسل پرست عیسائی باغیوں کے خلاف کھڑے ہونا چاہیے...... تحریک اسلامی کو فلپائن کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت کی آواز بلند کرنی چاہیے...... کشمیری حریت پسندوں کی جدوجہد کی حمایت بھی کی جانی چاہیے...... فلسطین مسلمانوں کا انتہائی اہم مسئلہ ہے''۔

بنیاد پرستوں اور روایت پسندوں نے ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد مساجد، اسلامی کانفرنسوں اور مسلم فلاحی تنظیموں میں کھل کر اپنی آواز بلند کی۔ انتہا پسند بنیاد پرست اکثر مواقع پر روایتی اسلامی نیٹ ورک، اوران کے معاون نظام سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

محمد العاصی جن دنوں واشنگٹن ڈی سی کی ایک مسجد کے پیش امام تھے تو انہوں نے اپنے ایک مقالے میں تحریر کیا تھا کہ:

> ''سیاست کے حوالے سے مغرب کی بیان کردہ تعریف ایک کرپٹ تصور پیش کرتی ہے جبکہ سیاست کے حوالے سے اسلامی سیاست کی بیان کردہ تعریف روشن اور صحت مند ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کفر اور اس کے نظام کو پلٹ دیں اور جدید اور ترقی یافتہ دنیا میں خلط ملط ہونے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ یہاں فری مارکیٹ اور سرمایہ داری کو اقتصادی طور پر ایکسپلائٹ کر کے خوشنما انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔''

جب امریکی روایت پسند کانفرنسوں میں اکٹھے ہوتے تو وہ مغرب اور امریکا کے خلاف اپنے معاندانہ جذبات کا اظہار کرتے۔ ان کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے بنیاد پرستانہ جذبات کو فروغ دیں اور اس کی تشہیر کریں۔ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد یونیورسٹی آف کیلی فورنیا میں ایک سیمینار ہوا جس کا موضوع ''امریکا میں اسلام، حقوق اور شہریت'' تھا اس سیمینار میں اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ امریکا کے مسلمانوں کو ''خوف اور جبر'' کا سامنا ہے۔

جنوبی فلوریڈا کی یونیورسٹی کے پروفیسر سمیع العارین ان دنوں دہشت گردوں سے اپنے تعلق کی وجہ سے تدریسی ذمہ داریوں سے معطل کئے جا چکے ہیں کیوں کہ انہوں نے ''اسرائیل مردہ باد'' کے عنوان سے ایک تقریر کی تھی۔ اس کے علاوہ وہ فلسطینی اسلامی جہاد نامی تنظیم کے سربراہ کے قریبی رفقا میں شمار ہوتے تھے۔ وہ یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کے مذکورہ سیمینار میں کلیدی مقرر تھے۔ انہوں نے ''شہری حقوق'' کے موضوع پر تقریر کی۔ فروری ۲۰۰۳ء میں وہ ان افراد میں شامل ہو چکے تھے جن پر دہشت گردی کے الزامات عائد کئے گئے تھے۔

انتہائی ٹھوس انٹیلی جنس کاوشوں کی بدولت اسلامی تنظیموں اور انتہا پسند تحریکوں کے درمیان رابطوں اور روایت

پسند کے پلیٹ فارم اور بنیاد پرست اسپانسرز کو بے نقاب کیا جا سکا ہے۔ اس مقصد کے لیے روایت پسندوں نے متعدد ویب سائٹس قائم کر رکھی ہیں۔ ان میں ایک اہم اور نمایاں ویب سائٹ dialogue.com ہے جس میں مختلف تارکین وطن نے رہنمائی کے لیے مختلف سوالات ارسال کئے ہیں مثال کے طور پر:

☆ کیا مسلمان کو محض سبزی خور (Vegetarian) ہونا چاہیے۔ یا اسے گوشت بھی کھانا چاہیے کیونکہ اس کے نبی ﷺ بھی گوشت کھاتے تھے۔

☆ نماز سے قبل وضو کے لیے عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بالوں کو کھول لیا کریں؟

☆ اگر کسی عورت کے شوہر نے اسے سادے کاغذ پر تین بار اس کا نام لکھ کر طلاق کے الفاظ لکھ دیئے اور بعد ازاں وہ یہ دعویٰ کرے کہ ایسا کرتے وقت وہ غیر حاضر دماغی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ کیا ایسی صورت میں مذکورہ عورت کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہاں آپ سبزی خور بھی ہو سکتے ہیں۔ حضور ﷺ نے جو کچھ بھی کیا ہو وہ مسلمانوں کے لیے واجب نہیں۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ عورت کو وضو کے لیے اپنے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے، تاہم پانی کا سر کی جلد تک پہنچنا ضروری ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ طلاق تو واقع ہو گئی مگر دونوں اگر چاہیں تو دوبارہ شادی کر سکتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ فیصلے (فتاویٰ) کون جاری کر رہا ہے؟ ان ویب سائٹس پر ان فیصلوں کے مرتب کرنے والے کے کوائف درج نہیں کئے جاتے۔ تاہم ان کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ ان سوالات کے جوابات ایک سے زائد علماء فراہم کرتے ہیں۔ یہ ویب سائٹ ایک پاکستانی گروپ apkar PK کی ہے جو کراچی میں موجود ہے۔ زیادہ تر سوالات ان پاکستانیوں کے ہوتے ہیں جو بیرون ملک مقیم ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے جوابات سعودی عرب سے موصول ہوتے ہیں۔

ایک دوسری ویب سائٹ Islam For Today.com ہے۔ جس پر مغربی نو مسلموں کے تاثرات درج ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں موجودہ تاثر کو بہتر بنایا جائے۔ زیادہ تر امریکی افراد اس کے مخاطب ہوتے ہیں۔ تاہم اس ویب سائٹ کے ایشوز عام طور پر روایت پسند حتیٰ کہ بنیاد پرست بھی ہوتے ہیں۔ مذکورہ ویب سائٹ الحرمین فاؤنڈیشن کے تعاون سے قائم تھی، تاہم ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد اس فاؤنڈیشن پر پابندی عائد کر دی گئی تھی کیونکہ اس کا تعلق دہشت گردوں سے بتایا گیا تھا۔

(جاری ہے)